نگاہ اولین

حدود قانون میں دست اندازی کی حکومتی کوشش

مدیر التحریر

یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ پاکستان' اسلام کے نام پر وجود میں آیا۔ جوں ہی یہ روئے زمین پر ایک اسلامی مملکت کی حیثیت سے قائم ہوا، اسی دن سے بیوروکریسی کے اکثر لوگ پاکستان کے مخالفین کی صف میں شامل تھے، یا ذہناً انگریزوں کے پروردہ تھے جو کسی طور اس ملک کو اپنی اصلی شناخت میں دیکھنا نہیں چاہتے تھے۔

بانی پاکستان حصولِ آزادی کے بعد مختصر عرصے تک زندہ رہا، اس کے بعد سے تا حال ہمارا وطن سیاسی انتشار کا شکار رہا، یہاں تک کہ ملک دو ٹکڑوں میں بٹ گیا، اس ملک کی انسٹھ سالہ تاریخ میں ہر حکمران ''ہر کہ آمد عمارت نو ساخت'' کے مطابق اپنے اپنے انداز میں ملک چلاتا رہا...... یوں بدقسمتی سے تا حال یہ ملک اپنا اصلی ہدف حاصل نہیں کر سکا......

''تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم''

جنرل ضیاء الحق ؒ اگرچہ فوجی حکمران تھے، مگر ان کا دل اسلام کے لیے دھڑکتا تھا، اس لیے اپنے دورِ حکمرانی میں اسلامی نظام نافذ کرنے کی مقدور بھر کوشش کی۔ ان کے سنہرے دور میں اور باتوں کے علاوہ ''حدود آرڈیننس'' کے نفاذ کی جدوجہد بھی شامل ہے۔ کیوں نہ ہو فرمانِ الٰہی ﴿تلک حدود اللہ فلا تعتدوھا﴾ کے مطابق حدودِ الٰہی کی تنفیذ' امن وامان اور عدل وانصاف قائم کرنے اور جرم وفساد کی بیخ کنی کا قدرتی نظام ہے۔

یہ حدود آج سعودی عرب میں اصلی شکل میں نافذ ہیں، جبھی تو وہاں شر وفساد اور مجرمانہ کارروائیاں نہ ہونے کے برابر ہیں۔ یہ بات کسی سے مخفی نہیں کہ طالبان کے مختصر دورِ حکمرانی میں حدود وقصاص کے نفاذ کی بدولت امن وامان قائم ہوا تھا۔ مگر ہمارے ملک میں جو اسلام کے نام پر وجود میں آیا تھا' آج کا حکمران طبقہ قوانین کو شریعت سے ہم آہنگ کرنے کے بجائے مغرب کے وضعی قوانین کے ساتھ جوڑنے کے لئے کوشاں ہے۔ حالانکہ ترقی کی چکا چوند کے ساتھ ان کا معاشرہ انہی قوانین کی بدولت زوال پذیر ہے اور جلوت وخلوت ہر دو جگہ حیوانیت کا دور دورہ ہے۔ ادھر ملک میں اسلام پسندوں اور آزاد خیالوں کے مابین رسہ کشی جاری ہے۔ اسمبلی کے اندر اور باہر ایک لامتناہی بحث ومباحثے کا بازار گرم ہے۔ باہر سے مراعات یافتہ این جی اوز ''حقوق نسواں'' کے نام پر رات دن اسلامی قوانین خاص کر حدود وقصاص کو (نعوذ باللہ) ''فرسودہ'' بلکہ ''ظالمانہ'' تک ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

حدود کے حوالے سے ''زنا'' جبر اور رضا ہر دو صورت میں سنگین جرم ہے۔ حکومت اور ان کے مغرب زدہ حواری اس مسئلے میں تفریق کرنا چاہتے ہیں، تاکہ حدود کا اطلاق صرف بالجبر پر واقع ہو۔ مزید برآں اس کے لیے سزائے موت بھی تجویز کیا گیا ہے،

حالانکہ اسلام میں مجرم کی ازدواجی حیثیت کے لحاظ سے سزا میں فرق ہے، کنوارے مجرم کے لیے سزائے موت نہیں۔

جہاں تک زنا بالرضا کا تعلق ہے، یہ تفریق اسلام کے ساتھ کھلا مذاق ہے۔ اسلام کے نام پر حاصل کردہ اس ملک کے باشندوں پر صریح ظلم وزیادتی ہے۔ اس کے مرتکب کے لئے تعزیرات پاکستان کے حوالے سے سزا تجویز کی گئی ہے، جو انگریزوں کے دور کا رائج قانون ہے۔ گویا رضامندی سے ہونے والی فحاشی بذات خود کوئی جرم نہیں، بلکہ محض خاوند کے ازدواجی حقوق میں جبری مداخلت جرم سمجھی جاتی ہے۔

اسی غیر فطری نظام نے مغرب کی عائلی ومعاشرتی زندگی مادر پدر آزاد کردی ہے اور وہاں بدکاری عام ہے۔ نظر کو خیرہ کرنے والی ترقی کے باوجود معاشرہ بری طرح رُو بہ زوال ہے، حتیٰ کہ اپنی منکوحہ کے ساتھ بھی اس کی رضامندی کے بغیر حق زوجیت کی کوشش بیچارے خاوند کو تھانہ پہنچا دیتی ہے۔ جبکہ عورت غیر مرد سے میل ملاپ کرائے تو شوہر غریب کو صرف ''حقوق زوجیت میں مداخلت'' کی بنیاد پر دعویٰ کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ ﴿فاعتبروا یا اولی الابصار﴾!

دوسرا شق جس میں حکومت ترمیم کرنا چاہتی ہے وہ قانون شہادت ہے۔

مگر حکومت اس قسم کے انتہائی حساس اور خالص اسلامی معاملے کو علماء و دینی مزاج کے دانشوروں اور سنجیدہ طبقوں میں پیش کرنے کے بجائے انہیں میڈیا کے ذریعے نہایت ہی بھونڈے طریقے پر پیش کر کے اپنی نادانی سے متفقہ موضوع کو متنازعہ اور سنجیدہ معاملے کو غیر سنجیدہ بنا دیتی ہے۔

یاد رہے کہ حدود اللہ میں کمی بیشی کا کسی کو اختیار نہیں، نہ قاضی کو معاف کرنے کا اختیار ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ومن یتعد حدود الله فقد ظلم نفسه﴾ ''اور جو کوئی اللہ کے مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرے پس تحقیق اس نے اپنے آپ پر ظلم کیا۔'' اور مخزومی عورت کی سفارش لے کر حضرت اسامہ رسول پاک ﷺ کی خدمت میں آئے تو آپ ﷺ نے انہیں ڈانٹتے ہوئے فرمایا: ''أتشفع في حد من حدود الله؟!'' پھر خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: '' والله لو ان فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت يدها'' کیا تم اللہ کے حدود میں سے کسی حد کے بارے میں سفارش کرتے ہو؟ ''............ ''اللہ کی قسم! اگر محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہؓ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔''

اسلام میں حکومت تو چھوڑ، رسول اللہ ﷺ خود بھی حدود اللہ میں کوئی نرمی نہیں کر سکتے۔ چہ جائیکہ انہیں معاف کیا جائے یا ان میں ترمیم کی جائے۔ البتہ اغیار کے بنے بنائے قانون، پولیس کے تنفیذی نظام اور حکمرانوں کی سوچ میں تبدیلی لانے کی ضرورت ہے، تاکہ اسلامی حدود وقوانین کے نفاذ کی راہ ہموار ہو سکے۔ اور مخلوق کے بنائے ہوئے قوانین اور نظامہائے تنفیذ کے ناکام تجربات کے بار بار دہرائے جانے کی آفتوں سے بنی نوع انسان کو نجات ملے۔